43

اگر تم دین و دنیا کی ترقیات چاہتے ہو
تو اپنے کاموں کی بنیاد عشق، ایثار اور قربانی پر رکھو

(فرمودہ 23 دسمبر 1949ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''یہ جلسہ سالانہ سے پہلے کا آخری جمعہ ہے۔ سوموار کو اِنْشَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ جلسہ سالانہ شروع ہو جائے گا۔ بوجہ اس کے کہ ہم غربت کی حالت میں ہیں، بوجہ اس کے کہ ہم گھروں سے نکلے ہوئے ہیں اور پراگندہ حالت میں ہیں جلسہ سالانہ کا انتظام اب تک مکمل نہیں ہو سکا اور ڈر ہے کہ ممکن ہے کہ جلسہ سالانہ کے وقت تک بھی مکمل نہ ہو سکے۔ اس لیے میں یہاں کے دوستوں کو اور اُن دوستوں کو جو باہر سے آ جائیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور کارکنوں کے ساتھ تعاون کریں تا جلسہ سالانہ کے انتظام کو مکمل کیا جا سکے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس معاملہ میں بعض کارکنوں کا رویہ نہایت ناشائستہ اور ناپسندیدہ ہے۔ انہوں نے بجائے کام میں تعاون کرنے کے کام میں دانستہ طور پر یا نادانستہ طور پر روکیں ڈالی ہیں۔ جب ربوہ کے قیام کا سوال اُٹھایا گیا تھا تو یہ شرط رکھی گئی تھی کہ یہاں ایسے لوگوں کو ہی رہنے دیا جائے گا جو اپنے اندر صحیح قومی روح رکھتے ہوں اور قومی خدمت کا جذبہ

ان کے اندر پوری طرح پایا جائے۔ ان لوگوں کا یہ نمونہ اس بات کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک علامت مقرر کیا گیا ہے تا آئندہ اس بارہ میں کوئی فیصلہ کیا جائے۔

میں نے بارہا بتایا ہے کہ ہم صرف اخلاق اور قربانی سے ہی دنیا کو فتح کر سکتے ہیں اعداد سے ہم ترقی نہیں کر سکتے۔ اور اگر ہماری فتح صرف اخلاق اور قربانی سے ہی ہو سکتی تو کسی دنیوی سہارے کی طرف توجہ کرنا درست نہیں۔ کسی دنیوی سہارے کی طرف نگاہ رکھنا گویا اِس بات کا اپنے منہ سے اقرار کرنا ہے کہ ہمیں اپنی تعداد پر بھروسہ ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے کہ پاگل سے پاگل آدمی کے لیے بھی اتنا سمجھنا مشکل نہیں کہ ہم اعداد سے فتح حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اعداد پر بھروسہ رکھیں تو لازمی طور پر ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم فتح کی امید نہیں رکھتے۔ اور اگر ہم ایسا کہتے ہیں تو دنیا کو اور اپنے نفس کو ہی دھوکا دیتے ہیں۔ لیکن اگر ہماری فتح تعداد پر منحصر نہیں، اگر ہم اخلاق سے باہر رہ کر فتح حاصل نہیں کر سکتے اور ہماری فتح قربانی اور روحانیت سے ہی ہو سکتی ہے تو ہمیں انہی اور اتنے آدمیوں کی ہی ضرورت ہوگی جو اخلاق کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں، جو اپنے اندر اعلیٰ درجہ کی قربانی اور ایثار کا جذبہ رکھتے ہوں۔ لیکن بعض معاملوں میں ہمیں نہایت گندہ نمونہ ملا ہے۔ مثلاً تعمیر کا محکمہ ہے جلسہ سالانہ کا انتظام کبھی کا ختم ہو جاتا اگر کارکنوں میں تعاون پایا جاتا مگر صرف ذاتی بڑائیوں کی خاطر ایک دوسرے سے جھگڑنے میں وقت ضائع کیا جاتا رہا۔ اگر کارکنوں میں آپس میں تعاون پایا جاتا تو آج سے دس دن پہلے یہ کام ختم ہو جانا تھا۔ لیکن آج بھی یہ کام ختم نہیں ہوا اور بعض حالات میں ناممکن نظر آ رہا ہے کہ مکمل ہو۔ اگر اینٹوں کا سوال آتا ہے تو اینٹوں والے اُڑ جاتے ہیں اور اگر روپے کا سوال آتا ہے تو روپے والے اُڑ جاتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہی وقت اپنی حکومت جتانے کا ہے۔ بہرحال اب موقع نہیں کہ میں تحقیقات کر کے کسی پر گرفت کروں۔ جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ہمیں ان کو برداشت کرنا پڑے گا لیکن جلسہ کے بعد ہر ایک کا حساب چکایا جائے گا۔ مثلاً آج ہی مجھے اطلاع ملی ہے کہ کچھ مزدور جو غیر احمدی تھے آپس میں لڑ پڑے۔ ایک مزدور زخمی ہو گیا اور کام بند ہو گیا۔ جلسہ سالانہ کے لیے جتنی بیرکوں کی ہمیں ضرورت تھی ان میں سے باون فیصدی مکمل ہو چکی ہیں اڑتالیس فیصدی ابھی باقی ہیں۔ باون فیصدی بارکیں بننے میں ڈیڑھ ماہ کا عرصہ لگا ہے اور اڑتالیس فیصدی بارکوں کی تیاری کے لیے صرف دو دن باقی ہیں۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ہمارے لیے ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔ مگر مجھے اطلاع ملی ہے

کہ لڑائی کے بعد جب لوگ ڈاکٹر کے پاس گئے تو ہسپتال کا ایک ڈاکٹر ربوہ سے غائب تھا۔ دوسرے ڈاکٹر نے کہا کہ فیس لاؤ تب مریض کو دیکھوں گا۔ جلسہ کے دنوں میں جبکہ کام کا اتنا زور پڑ رہا تھا کسی ڈاکٹر کا ربوہ سے غائب ہونا یا دوسرے کا فیس کا مطالبہ کرنا ایک ایسے امر میں جس پر جلسہ سالانہ کی بنیاد ہے بعض حالات میں اتنا خطرناک ہوسکتا ہے کہ ان کو جماعت سے نکال دیا جائے۔ اور بعض حالات میں اگر وہ اپنی معذوریاں ثابت کر دیں تو قابلِ ملامت ضرور ہے۔ یا اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ڈاکٹر جو ربوہ سے غائب تھا کسی سرکاری کام کی وجہ سے غائب تھا تو شاید وہ بَری بھی ہو جائے۔ مگر بہرحال ہم اپنی طرف سے طیب اور خبیث میں فرق نہیں کر سکتے۔ طیّب اور خبیث میں فرق کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ مگر جہاں تک ہمیں علم ہے اس کی بناء پر چاہیے کہ ہم ربوہ کی بنیاد ایثار اور قربانی پر رکھیں۔ اور جب ہم ایسا کر دیں گے تو خدا تعالیٰ بھی اس کی بنیاد ایثار اور قربانی پر ہی رکھے گا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو مومنوں سے سَودا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جان و مال کا سَودا کر لیا ہے۔ وہ اس کے بدلہ میں جنت بطور قیمت دے گا۔ 1 دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ مزدور ہمیشہ مزدوری پہلے کرتا ہے اور قیمت اسے بعد میں ملتی ہے۔ اِس آیت کے الفاظ بھی بتاتے ہیں کہ پہلے تم جان و مال دو گے پھر بعد میں جنت ملے گی۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بازار سے سودا خریدنے جاتے ہیں تو پہلے سودا لیتے ہیں پھر قیمت ادا کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سیر بھر مولیاں خریدتا ہے تو وہ مولیاں لے لے گا بعد میں قیمت دے گا۔ یا کپڑا خریدتا ہے تو وہ پہلے کپڑا خرید لے گا بعد میں دکاندار بِل بنائے گا اور وہ قیمت ادا کرے گا۔ غرض مال کی ادائیگی پہلے ہوا کرتی ہے اور قیمت کی ادائیگی بعد میں ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مومنوں سے اُن کے مال اور جان خریدے ہیں یعنی وہ جان و مال پہلے لے گا پھر قیمت ادا کرے گا۔ گویا تم پہلے جان و مال دو گے تو بعد میں تمہیں جنت کا مطالبہ کرنا ہو گا۔ پہلے تم اپنے گھر کو صاف کرو گے پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بنو گے۔ یہی طریق اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے کہ جب کوئی انسان اپنی ذمہ داری کو ادا کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے حصہ کو نہایت شاندار طور پر ادا کرتا ہے اور مومن کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ خانہ پُری کرنا میرا کام ہے اور کام کو انجام تک پہنچانا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے جو ادا کرنا تھا سو کر دیا باقی جو کمی رہ گئی خدا تعالیٰ اسے خود پورا کرے گا۔

کہ لڑائی کے بعد جب لوگ ڈاکٹر کے پاس گئے تو ہسپتال کا ایک ڈاکٹر ربوہ سے غائب تھا۔ دوسرے ڈاکٹر نے کہا کہ فیس لاؤ تب مریض کو دیکھوں گا۔ جلسہ کے دنوں میں جبکہ کام کا اتنا زور پڑ رہا تھا کسی ڈاکٹر کا ربوہ سے غائب ہونا یا دوسرے کا فیس کا مطالبہ کرنا ایک ایسے امر میں جس پر جلسہ سالانہ کی بنیاد ہے بعض حالات میں اتنا خطرناک ہوسکتا ہے کہ ان کو جماعت سے نکال دیا جائے۔ اور بعض حالات میں اگر وہ اپنی معذوریاں ثابت کر دیں تو قابلِ ملامت ضرور ہے۔ یا اگر ثابت ہو جائے کہ وہ ڈاکٹر جو ربوہ سے غائب تھا کسی سرکاری کام کی وجہ سے غائب تھا تو شاید وہ بَری بھی ہو جائے۔ مگر بہرحال ہم اپنی طرف سے طیب اور خبیث میں فرق نہیں کر سکتے۔ طیّب اور خبیث میں فرق کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ مگر جہاں تک ہمیں علم ہے اس کی بناء پر چاہیے کہ ہم ربوہ کی بنیاد ایثار اور قربانی پر رکھیں۔ اور جب ہم ایسا کر دیں گے تو خدا تعالیٰ بھی اس کی بنیاد ایثار اور قربانی پر ہی رکھے گا کیونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو مومنوں سے سَودا ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مومنوں سے اُن کی جان و مال کا سَودا کر لیا ہے۔ وہ اس کے بدلہ میں جنت بطور قیمت دے گا۔ 1 دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ مزدور ہمیشہ مزدوری پہلے کرتا ہے اور قیمت اسے بعد میں ملتی ہے۔ اِس آیت کے الفاظ بھی بتاتے ہیں کہ پہلے تم جان و مال دو گے پھر بعد میں جنت ملے گی۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ بازار سے سودا خریدنے جاتے ہیں تو پہلے سودا لیتے ہیں پھر قیمت ادا کرتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص سیر بھر مولیاں خریدتا ہے تو وہ مولیاں لے لے گا بعد میں قیمت دے گا۔ یا کپڑا خریدتا ہے تو وہ پہلے کپڑا خرید لے گا بعد میں دکاندار بِل بنائے گا اور وہ قیمت ادا کرے گا۔ غرض مال کی ادائیگی پہلے ہوا کرتی ہے اور قیمت کی ادائیگی بعد میں ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی مومنوں سے اُن کے مال اور جان خریدے ہیں یعنی وہ جان و مال پہلے لے گا پھر قیمت ادا کرے گا۔ گویا تم پہلے جان و مال دو گے تو بعد میں تمہیں جنت کا مطالبہ کرنا ہوگا۔ پہلے تم اپنے گھر کو صاف کرو گے پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بنو گے۔ یہی طریق اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے چلا آرہا ہے کہ جب کوئی انسان اپنی ذمہ داری کو ادا کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے حصہ کو نہایت شاندار طور پر ادا کرتا ہے اور مومن کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ یقین رکھتا ہے کہ خانہ پُری کرنا میرا کام ہے اور کام کو انجام تک پہنچانا خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے جو ادا کرنا تھا سو کر دیا باقی جو کمی رہ گئی خدا تعالیٰ اسے خود پورا کرے گا۔

ہمارے ملک میں قصہ مشہور ہے کہ جب مصر میں شُہرت ہوئی کہ ایک خوبصورت لڑکا یوسف نامی مصر میں آیا ہے اور شاید وہ مصر کے بازار میں بِکے گا تو ایک بڑھیا دو اٹیاں سُوت کی جو اُس نے کاتا تھا یا روئی کے دو گالے جو شاید وہ کہیں سے اُدھار مانگ کر لائی تھی لے کر بازار پہنچی تا اگر موقع ملے تو وہ ان دو اٹیوں یا روئی کے دو گالوں کے بدلہ میں یوسف جیسے خوبصورت لڑکے کو خرید لے۔ مگر کُجا یوسف جیسا ہونہار لڑکا اور کُجا دو اٹیوں یا دو گالوں کی حقیر قیمت۔ لیکن وہ گئی کیوں؟ اِسی لیے کہ وہ سمجھتی تھی کہ یوسف ایسی چیز نہیں جسے ہاتھ سے جانے دیا جائے۔ لیکن اگر یوسف ایسی چیز تھی جس کو چھوڑا نہیں جا سکتا تھا تو یہ لازمی امر ہے کہ اُس کی خریداری بھی زیادہ ہوگی۔ مگر باوجود اِس بات کے اُس کا وہاں جانا اور سُوت کی دو اٹیوں یا روئی کے دو گالوں سے خریدنے کی امید رکھنا بتاتا ہے کہ اُسے یوسف علیہ السلام سے عشق تھا۔ اور عشق اندھا ہوتا ہے۔ جہاں کہیں بھی عشق کی تصویر بنائی گئی ہے اُسے اندھا دکھایا گیا ہے۔ عشق یہ نہیں دیکھا کرتا کہ یہ چیز کیا ہے۔ وہ یہ دیکھتا ہے کہ آیا وہ چیز اُس کے تقاضا کو پورا کرتی ہے یا نہیں۔ اِسی طرح مومن قربانی کرتا ہے۔ وہ یہ نہیں دیکھا کرتا کہ جو قربانی وہ کر رہا ہے اُس کے نتائج بھی پیدا ہوں گے یا نہیں۔ کُجا اس کی قربانی اور کُجا اس کا عظیم الشان بدلہ۔ اس کی قربانی کو اس کے بدلہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہوتی۔ لیکن وہ قربانی کرتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ وہ کام ہو جائے گا اور وہ کام ہو بھی جاتا ہے۔

لوگ کہتے ہیں یہ کتنا عظیم الشان معجزہ تھا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے سونٹا مارا اور دریا پھٹ گیا۔ لوگ کہتے ہیں یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا پھینکا اور وہ سانپ بن گیا۔ لوگ کہتے ہیں یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ موسٰی علیہ السلام نے چٹان پر سونٹا مارا اور اس سے پانی بہہ نکلا۔ لوگ کہتے ہیں یہ کتنا بڑا معجزہ ہے کہ موسٰی علیہ السلام کی بددعا سے اُس ملک میں جوئیں کثرت سے پیدا ہو گئیں۔ بیشک یہ بہت بڑے معجزے ہیں اور کیوں یہ بہت بڑے معجزے نہ ہوں۔ یہ سب خدا تعالیٰ کی طرف سے تھے۔ لیکن میں کہتا ہوں سب سے بڑا معجزہ یہ ہے کہ ایک مسکین اعلیٰ مقصد کے حصول کے لیے قربانی کرتا ہے ایسی قربانی جس کی اُس کے مقصد کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہوتی۔ اس کی قربانی کو اس کے مقصد سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو سَو کو ایک کروڑ سے یا ایک کو لاکھ سے ہوتی ہے اور جنون میں وہ سمجھتا ہے کہ خواہ کچھ قیمت ہو مجھے خدا تعالیٰ سے محبت ہے اور یہ کام ضرور ہو جائے گا۔ اور پھر دیکھو وہ

کام ہو جاتا ہے۔اور بالکل اُسی طرح ہو جاتا ہے جیسے وہ اس کی امید رکھتا ہے بلکہ اُس سے بھی زیادہ شاندار۔نیل یا قلزم کا پھٹنا یا موسٰی علیہ السلام کے عصا کا سانپ بن جانا اِس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

مکہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیدا ہوتے ہیں۔آپ بے کس ہیں، بے بس ہیں لیکن لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں میں تمہاری اصلاح کے لیے آیا ہوں۔دنیا ہنستی ہے اور آپؐ پر قہقہے لگاتی ہے، آپؐ کا تمسخر اُڑاتی ہے اور ایک وقت میں آکر وہ آپؐ کو ایذاء دینے پر بھی تیار ہو جاتی ہے اور ایذاء دیتی چلی جاتی ہے۔لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دعوٰی پر قائم رہتے ہیں۔آپؐ نے بڑی عظیم الشان قربانیاں کیں مگر وہ خدا تعالیٰ کے حصول کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے جسم کو قربان کیا جو محدود تھا، آپؐ نے اپنے مال کو قربان کیا مگر وہ بھی محدود تھا، آپ نے اپنے رشتہ داروں کو قربان کیا مگر وہ بھی تو محدود چیز تھے۔اس کے نتیجہ میں جو بدلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو مِلا وہ ہزاروں ہزار افراد کی قربانیوں کے بدلہ سے بہت زیادہ عظیم الشان تھا۔دنیا کے دوسرے لوگ بھی اپنی جائدادیں قربان کرتے ہیں، وہ اپنے مال بھی قربان کرتے ہیں، وہ اپنی جانیں بھی قربان کرتے ہیں مگر اُن کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔فرض کرو کسی کو دس بیس ایکڑ زمین مل گئی یا کوئی کسی ملک کا بادشاہ بھی بنا دیا گیا۔پھر بھی اِس کے بدلہ کو اُس بدلہ سے کچھ بھی نسبت نہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قربانیوں کا خدا تعالیٰ نے آپ کو دیا۔لوگ قربانیاں کرتے ہیں اور بسا اوقات ان کے بالکل حقیر نتیجے نکلتے ہیں یا بالکل ہی نہیں نکلتے۔یا بظاہر وہ عظیم الشان معلوم ہوتے ہیں لیکن بہرحال وہ اُن نتائج کے مقابلہ میں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قربانیوں کے نکلے بالکل حقیر و ذلیل ہوتے ہیں۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو امریکہ کو جانتے ہی نہیں تھے۔اُس وقت ابھی امریکہ دریافت بھی نہیں ہوا تھا مگر خدا تعالیٰ نے کہا اے میرے رسول! تُو کہہ دے کہ جہاں کہیں بھی کوئی انسان بستا ہے میں اُس کی ہدایت کے لیے آیا ہوں۔اور اگر ہم اِس فقرہ کی ترجمانی کریں تو اِس کے معنے یہ ہوں گے کہ خدا تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا اے میرے رسول! تُو کہہ دے کہ میں کینیڈا کی جس کو تم جانتے بھی نہیں ہدایت کے لیے آیا ہوں، میں یونائیٹڈ اسٹیٹس امریکہ کی جو ابھی آباد بھی نہیں ہوئیں ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔مجھے خدا تعالیٰ نے برازیل، کیوبا، بولیویا، چلّی، کولمبیا اور میکسیکو ممالک کی جنہیں ابھی کوئی نہیں جانتا اور

بالکل ویران پڑے ہیں کبھی آئندہ زمانہ میں آباد ہوں گے ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ میں جاپان اور فلپائن کی جن کو کوئی نہیں جانتا اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہوں، میں اُن ملکوں کی ہدایت کے لیے بھی مامور کیا گیا ہوں جو ابھی دریافت بھی نہیں ہوئے۔ ہاں آئندہ کسی زمانہ میں دریافت ہوں گے۔ اِس آیت کو پھیلا کر دیکھیں تو کیا انسان ہنس نہیں پڑتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس اس دعوٰی کو پورا کرنے کے کونسے سامان تھے۔ آپ کے پاس کونسے ہوائی جہاز تھے کہ جن کے ذریعہ آپ امریکہ جاتے، کینیڈا جاتے، برازیل، کولمبیا اور بولیویا جاتے۔ پھر آپ کے پاس وہ کونسے ذرائع تھے کہ جن سے آپ اپنی تعلیم کو اپنے مرنے کے بعد بھی ممتد کیے جاتے۔ جب تک وہ ملک دریافت نہ ہوتے آپؐ وہاں جا ہی کیسے سکتے تھے۔ لوگ بات کرتے ہیں تو وہ بات ان کے بیٹے بھول جاتے ہیں۔ اور اگر ان کے بیٹے یاد رکھتے ہیں تو پوتے بھول جاتے ہیں۔ اور اگر پوتے یاد رکھتے ہیں تو پڑپوتے بھول جاتے ہیں مگر یہ ملک تو اُس وقت دریافت بھی نہیں ہوئے تھے۔ آپ کی وفات کے نوسو سال بعد امریکہ دریافت ہوا۔ لیکن فرض کرو اگر اُس وقت امریکہ دریافت بھی ہوا ہوتا تو آپ کے پاس کونسی گارنٹی تھی کہ آپ کا دعوٰی پورا ہو جائے گا۔ آپ نے وہ کونسی قربانی کی تھی جس کی وجہ سے اس دعوٰی نے پایۂ تکمیل کو پہنچنا تھا۔ ہمیں تو یہی نظر آتا ہے کہ لوگ اپنے بچے قربان کرتے ہیں، اپنے بھائی قربان کرتے ہیں، اپنا امن اور عیش قربان کرتے ہیں، بعض دنیا کے لیے قربانیاں کرتے ہیں، بعض ناجائز باتوں کے لیے قربانیاں کرتے ہیں، بعض اچھی اور جائز باتوں کی خاطر بھی قربانیاں کرتے ہیں لیکن ان کے نتائج محدود ہوتے ہیں اور ان محدود نتائج کا بھی کوئی ذمہ دار نہیں ہوتا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دعوٰی نرالا تھا۔ ان کا بدلہ اَور بھی نرالا تھا۔ بھلا وہ کیا چیز تھی جس نے یہ گارنٹی دی تھی کہ آپ کا دعوٰی نوسَو سال تک قائم رہے گا اور پورا ہوگا؟ وہ کونسی چیز تھی جس نے یہ ذمہ لیا تھا کہ ایسے آدمی پیدا ہو جائیں گے جو لوگوں کو اس طرف لائیں گے؟ آخر وہ چیز کیا تھی؟ وہ چیز یہی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ سے عشق تھا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دل میں کہا کہ میں خدا تعالیٰ کے عشق میں ہر قربانی جو میری طاقت میں ہے کرتا ہوں، میرا معشوق کیوں نتائج کی ذمہ داری نہ لے گا۔ اور خدا تعالیٰ نے کہا ہاں ہاں! میں ایسا ہی کروں گا اور اس نے ایسا ہی کر دیا۔ عشق کے تمام کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔

ایک عورت تھی وہ غریب تھی۔ اُس کی بھاوجہ امیر تھی۔ لوگ بیاہ شادیوں پر نیوتا دیتے ہیں اور عورتیں ایک دوسری سے پوچھا کرتی ہیں بہن! تم نے کیا نیوتا دیا ہے؟ کوئی شادی کا موقع تھا۔ عورتوں نے اُس سے پوچھا بہن! تم نے کیا نیوتا دیا ہے؟ وہ غریب تھی اُس نے ایک روپیہ نیوتا دیا تھا۔ اسے کہتے ہوئے شرم آئی کہ اس نے ایک روپیہ نیوتا دیا ہے۔ اس نے جواب دیا میں اور میری بھابی نے 21 روپے دیئے ہیں۔ اِس سے یہ مثل مشہور ہے میں اور بھابی اِکّی (اکیس)۔ یہی حال ہمارا ہے۔ انسان قربانی کرتا ہے۔ اگرچہ وہ قربانی نہایت حقیر ہوتی ہے مگر خدا تعالیٰ اُس قربانی کو اپنے خزانہ سے زیادہ کر دیتا ہے۔ اس کو مِلا کر دیکھا جائے تو وہ نہایت عظیم الشان چیز بن جاتی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی قربانی کی۔ اسے ان عظیم الشان نتائج سے کوئی نسبت نہیں تھی جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیے۔ باقی خدا تعالیٰ نے حصہ ڈالا۔ دونوں مل کر وہی مثال بن گئی ''میں اور بھابھی اِکّی'' (اکیس)۔

دنیا کے عاشق و معشوق اور خدا تعالیٰ اور اُس کے عاشق میں بہت فرق ہوتا ہے۔ دنیوی معشوق کم قربانی کرتے ہیں عاشق زیادہ قربانی کرتا ہے۔ لیکن روحانی عشق کا دستور الگ ہے۔ یہاں عاشق کم اور معشوق زیادہ قربانی کرتا ہے۔ عاشق قربانی کرتا ہے اور اپنا زور ختم کر دیتا ہے لیکن معشوق اُس کے برتن میں نگاہ ڈالتا ہے اور اُسے بھر دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرے عاشق نے جو کچھ وہ دے سکتا تھا دیا باقی ہم دیتے ہیں۔

یاد رکھو! اگر تم برکات چاہتے ہو، اگر تم دین و دنیا کی ترقیاں چاہتے ہو تو خدا تعالیٰ کے لیے اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے اپنے نظریہ کو بدل ڈالو۔ اپنی تعداد کو بھول جاؤ، اپنی قوت وطاقت کو بھول جاؤ، اپنی نظریں ایثار و قربانی اور اس کے مقابل میں فضلِ الٰہی پر رکھو۔ تم اپنا نقطہ نگاہ تبدیل کر دو۔ اگر تمہارے حالات بدل جائیں گے تو زمین تمہارے لیے اُگائے گی، آسمان تمہارے لیے بارش برسائے گا۔ اور اگر تم سودا کرتے ہو تو اگر تم دس روپے دو گے تو اس کے مقابل میں دس روپے کی قیمت کی چیز ہی ملے گی۔ اگر تم دنیا کے طور پر خیال کرنے لگ جاؤ کہ فلاں نکل گیا تو کیا ہوا اور فلاں آ گیا تو کیا ہوا؟ روپیہ خرچ کیا تو کیا نفع ہوا اور نہ کیا تو کیا نقصان ہوا؟ تو تمہیں اُتنا ہی ملے گا جتنی تم قیمت ادا کرو گے۔ تمہارا بارہ لاکھ کا بجٹ ہے اس کے بدلہ میں تمہیں

بارہ لاکھ ہی ملے گا۔ تم امیدیں رکھتے ہو کہ تمہیں بارہ پدم ملیں مگر کام تم بارہ لاکھ کا کرتے ہو۔ اگر تم دنیوی طور پر جاؤ تو تمہیں بارہ لاکھ کے بدلہ میں بارہ لاکھ ہی مل سکتے ہیں بارہ پدم نہیں مل سکتے۔ ہاں! اگر تم اپنے کاموں کی بنیاد عشق اور ایثار و قربانی پر رکھو تو بارہ لاکھ کا ثواب بھی ملے گا اور اس کے علاوہ خدا تعالیٰ اپنے پاس سے زیادہ بھی دے گا۔ تم ایک نئی بنیاد رکھ رہے ہو۔ اس کے لیے نئے عزم کی ضرورت ہے، اس کے لیے ہمت اور استقلال کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ تم نہ کرو گے تو یہ کام نہیں ہوگا۔ یہ کام ضرور ہوگا لیکن تم اس سلسلہ سے نکل جاؤ گے اور اس فخر میں حصہ نہیں لے سکو گے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جب کوئی نئی بنیاد رکھتا ہے تو وہ نئے دلوں کے ذریعہ رکھتا ہے۔ نئی بنیاد پرانے دلوں سے نہیں رکھی جا سکتی۔ اس کے لیے نئے دل اور نئے خون کی ضرورت ہے۔ اگر تم نئے دل اور نئے عزم کے ساتھ کام کرو گے تو اس عمارت کے بنانے میں حصہ دار ہو جاؤ گے جسے اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ نہیں تو خدا تعالیٰ کہے گا جاؤ پرانی زمین اور پرانے آسمان سے کچھ ملتا ہے تو لے لو۔ لیکن یاد رکھو! ٹُوٹے ہوئے آسمان بارش نہیں برسایا کرتے اور پرانی زمین نئی روئیدگیاں نہیں اُگایا کرتی''۔ (الفضل 7 فروری 1950ء)

1: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (التوبة:111)